ریاست مدینہ کا فلاحی تصور: تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

The ideology of prosperous state of Madina : In perspective of the teachings of Holy Prophet (PBUH)

ڈاکٹر ضیاءالرحمٰن [i] ڈاکٹر باز محمد [ii]

Abstract

Prophet Muhammad (PBUH) spread the teachings of Islam in Makah for almost 13 years opposite staunch rivals .In 622A.D he migrated to Yathrib (Madina) along with his companions. At that time Yathrib was a society comprised upon people relating with different beliefs, mostly large numbers of Jews. These tribes were indulged in sour quarrels and more often entangled in wars over minor disputes which continued for generations. The bitter atmosphere of chaos in Madina ultimately forced the inhabitants to go for different choices to seek peace and harmony among themselves. There was a consensus to make a ruler so that stability and harmony could take place for the people around .At that time ,Prophet Muhammad(PBUH) arrived in Madina and he (SAW) was seen as a most respectable, honest and trustworthy person there, so he was requested to rule "the soon to be city" state of Madina. Prophet Muhammad (SAW) established an Islamic state of "Riyasat - e- Madina".

For hundreds of years the Muslims have had their own culture and civilization deeply rooted in Islam .they have their own social sentiments, habits and customs derived from the Quran and Sunnah of Prophet (PBUH).Government in Islam both in form and practice is totally different phenomenon from the western system of government and democracy. "Riyasat - e -Madina" was the ideal Islamic Government and we have to follow it for our successes in all over the world.

Keywords: *Riyasat - e- Madina, Government in Islam, democracy.*

انسانیت کی ابدی فلاح کیلئے اسلام کی صورت میں بہترین ضابطہ حیات اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنی کامل و اکمل ترین شکل میں عطا فرمایا۔ رسول اللہ ؐ نے جس لگن اور اولوالعزمی کے ساتھ اپنے فرائض نبوت کی بجاآوری فرمائی اور نسل انسانی کو رزالت سے نکال کر جس رفعت تک پہنچایا تاریخ عالم میں اس کی نظیر ناپید ہے۔ رسول کریمؐ کے مثالی طرز حکمرانی نے داخلی و خارجی سطح پر بکھرے یثرب کو دنیا کی بہترین اسلامی فلاحی ریاست ''مدینہ'' میں تبدیل کر دیا۔

---

[i] ۔ لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ شہید بنظیر بھٹو شرینگل، دیر بالا ۔

[ii] ۔ اسسٹنٹ پروفیسر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ بلوچستان کوئٹہ ۔

زمانہ حال متقاضی ہے کہ اس مثالی ریاست مدینہ کی جھلک ہمہ وقت ہمارے سامنے ہو تا کہ پیش آمدہ مشکل مسائل کو "اُسوہ حسنہ" کی روشنی میں حل کر سکیں۔ زیر نظر مضمون میں رسول کریمؐ کے اُن اقدامات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو ایک بہترین اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

اسلامی ریاست کا تصور

آپؐ کے پیش نظر ایک اہم مقصد ''مثالی اسلامی فلاحی معاشرے'' کا قیام تھا اور اس کے حصول کے لیے قوتِ نافذہ کا ہونا ناگزیر تھا۔ آپؐ کو اللہ پاک نے یہ دعاء تلقین فرمائی کہ

"وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا (بنی اسرائیل:80)"

آپؐ کی یہ دعا قبول ہوئی اور ریاست مدینہ کی شکل میں پہلی اسلامی فلاحی مملکت وجود میں آئی۔ قرآن مجید نے اسلامی ریاست کا جو مقصد متعین کیا کہ

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ.(الحج:41)"

" وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخش دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا اختیار اللہ کے حکم میں ہے۔"

اس آیت مبارکہ کے مطابق نبی کریمؐ نے ریاست مدینہ اور اس کے رہنے والوں نے اپنے فرائض کو سرانجام دیا۔ ریاست مدینہ کے قیام سے رسول کریمؐ کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور عوامی بہبود تھا۔ اس حکومت کی بنیاد خاندانی عصبیت اور نسلی شعور کی جگہ دینی وحدت پر قائم تھی۔ اس انوکھی اور اپنی نوعیت کی منفرد ریاست کے منتظم کا انداز بھی عام حکمرانوں سے یکسر مختلف تھا۔ منتظم ریاست کی حیثیت سے نبی کریمؐ کے تدبر کی بے شمار مثالیں آپؐ کی حقیقی عظمت کا پتا دیتی ہیں۔ [01]

فلاحی ریاست

فلاحی ریاست سے مراد ریاست کا وہ تصور جس میں ایک مملکت تمام شہریوں کو تحفظ اور شہریوں کے بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے ذمہ داری اُٹھائی تھی۔ ایک فلاحی مملکت اپنے شہریوں کے جانی و مالی تحفظ کو اولین ترجیح قرار دیتی ہے اور اس کے لیے ٹھوس اقدامات کرتی ہے۔ ایک ریاست اپنے شہریوں میں کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتی خواہ وہ لسانی، مذہبی، علاقائی امتیاز ہو یا اقتصادی و معاشرتی امتیاز ہو۔ انسانیت کی بہتری اور بھلائی کے لیے اسلام کی صورت میں بہترین ضابطہ حیات اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کے ذریعے اپنی کامل اور مکمل ترین شکل میں عطا فرمایا۔ حضور رسول کریمؐ نے جس محنت اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض نبوت کی بجاآوری فرمائی اور نسل انسانی کو ذلت سے نکال کر جس اوج ثریا تک پہنچایا تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے بھی اس کی نظیر ملنی ممکن نہیں۔ نبی اکرمؐ کے مثالی طرز حکمرانی نے داخلی و خارجی سطح پر بکھرے یثرب کو دنیا کی بہترین اسلامی فلاحی ریاست ''مدینہ'' میں تبدیل کر دیا۔ مدینہ منورہ میں رسول کریمؐ نے ایک عظیم فلاحی ریاست کو قائم کیا۔ آقاؐ کی قائم کردہ اس ریاست نے روحانی اور مادی اعتبار سے پوری دنیا کی رہنمائی کا فریضہ بہترین طریقے سے انجام دیا۔ مدینہ منورہ کی ریاست ہر مسلمان کے لیے ایک آئیڈیل ریاست کی مانند ہے۔ مدینہ طیبہ کی

ریاست کو ہر دور میں ایک ماڈل قرار دیا جاسکتا ہے۔ آج پھر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مثالی ریاست مدینہ کی جھلک ہمہ وقت ہمارے سامنے ہو، تاکہ پیش آمدہ مشکل مسائل کو اُسوہ حسنہ کی روشنی میں حل کر سکیں۔

ریاستی مرکز کا قیام

رسول اکرمؐ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد فوری طور پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔ (یہ مسجد جہاں ایک طرف مسعبود برحق کی بندگی کا مظہر ٹھہری وہیں ریاست کے جملہ حکومتی امور کو نمٹانے کے لیے بھی ایک مضبوط مرکز قرار پائی۔ [02] رسول اکرمؐ آنے والے تمام وفود اور سفیروں سے ملاقات مسجد نبویؐ میں فرمایا کرتے تھے۔ گورنروں اور عمائدین حکومت کو ہدایات مسجد نبوی سے دی جاتیں۔ سیاسی ودیگر معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہیں مشورہ کرتے۔ ہر قسم کی سیاسی اور مذہبی تقاریب کا انعقاد مسجد نبویؐ میں ہوتا۔ اس وقت "مسجد" ہی مسلمانوں کا واحد سماجی مرکز تھی۔ نماز پڑھانے والا امام ہی اہل ایمان کی فوج کا سپہ سالار ہوتا تھا اور جملہ مسلمانوں کو حکم تھا ایک دوسرے کے محافظ ومعاون رہیں۔ مال غنیمت مسجد نبویؐ میں آتا تھا اور یہیں پر آقاؐ اسے مستحقین میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ [03]

افسوس! آج ہماری مساجد اور ائمہ مساجد معاشرے کی بہتری کے لیے کوئی قابل ذکر کردار ادا کرنے سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔

معاشی مسائل کا حل اور استحکام

ریاستی سیکرٹریٹ کے قیام کے بعد نبی مکرمؐ نے معاشی مسائل کے حل کو اولیت دی۔ مہاجرین کی آتے ساتھ ہی ریاست مدینہ ایک قسم کی ہنگامی حالت قائم ہو گئی تھی۔ ساکنان مدینہ کی معاشی حالت یکساں نہ تھی بلکہ ان میں سے کچھ متوسط طبقے سے تھے اور کچھ مالدار تھے۔

مواخات:

ان حالات میں محسن انسانیتؐ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان برادرانہ تعلق قائم فرمادیا۔ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم نے اسلامی فلاحی نظام پر پختہ یقین رکھنے کے سبب مہاجرین کے لیے قربانیاں دیں جس کے حاصل شدہ فوائد دوطرفہ تھے۔ ایک طرف مہاجرین کو سامان زندگی میسر آگیا اور دوسری طرف انصار کے دو فریقین میں جو معاشی تفاوت تھا، وہ ختم ہو گیا۔ مواخات جہاں معاشی تفاوت ختم کرنے کا ذریعہ تھی وہیں سماجی بھائی چارے میں بھی مدد ومعاون تھی۔ [04] آقائے دوجہاںؐ نے مواخات کا درس دے کر رہتی دنیا تک کے حکمرانوں کے لیے مثال قائم کر دی کہ معاشرے سے غربت وتنگ دستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے۔ مواخات کے اس شاندار طرز عمل نے مسلم معاشرے کو لازوال استحکام بخشا اور اسے اس قابل بنایا کہ وہ ہر جارحیت کے خلاف اکٹھے ہو کر لڑ سکیں۔ جن لوگوں میں مواخات کا رشتہ قائم کیا گیا تھا ان کے متعلق دلچسپ اور حیرت انگیز تفصیلات کتب سیرت میں موجود ہیں کہ کس طرح انصار مدینہ نے اپنے پاس موجود مال ودولت میں مہاجرین کو شریک ٹھہرایا۔ منافقین نے مہاجرین و انصار کے درمیان منافرت پھیلانے کی بہت تدابیر کیں مگر "مواخات" کے رشتے نے انکی تمام چالیں ناکام بنادیں۔ اس پہلے قدم کے بعد آقائے دوجہاںؐ نے معاشی استحکام اور دیرپا فلاح وبہبود کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات بھی فرمائے۔ [05]

سود کا خاتمہ:

یہ ایک مسلم تاریخی حقیقت ہے کہ اس زمانے میں مدینہ منورہ کی معیشت کا سارا انحصار یہودیوں کے سودی لین دین پر تھا۔[06] مگر آقائے دوجہاںؐ نے مہاجرین سے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی یہودیوں سے سودی قرض پر اپنا کاروبار شروع کردو، بلکہ سرور کائناتؐ نے انصار مدینہ سے اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد کا حکم فرمایا اور پھر قرض حسنہ کا بہترین نظام رائج کیا۔ جب لوگ عملاً باہمی تعاون کے ذریعے بغیر سود قرضوں پر معیشت کو مضبوط کرنے میں لگ گئے تو آپؐ نے حکم باری تعالیٰ سے بتدریج سود کی لعنت کو مکمل طور پر حرام قرار دے کر اس کی بیخ کنی کر دی۔ اور اس کی شناعت کو واضح کرنے لیے جہاں ایک طرف سودی معاملات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ سے جنگ سے تشبیہ دی گئی[07] وہیں دوسری طرف اس کا سب سے کم اور ہلکا درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی سگی ماں کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرے۔[08]

اس بات سے اچھی طرح پتہ چلتا ہے کہ اس سے اوپر والے درجات کی ہیبت کیا ہو گی۔ سودی معاملات کے نتیجے میں امیر آدمی امیر سے امیر ترین اور غریب آدمی غریب سے غریب ترین ہوتا چلا جاتا ہے۔ اکثر لوگوں کی تو زندگی سودی قرض اتارتے اتارتے گزر جاتی ہے۔ ریاست مدینہ سودی غلاظت سے بالکل پاک اور صاف تھی۔ حکمران مدینہؐ نے سود کی تمام اقسام سے اپنی رعایا کو آگاہ کیا اور انھیں ان اقسام کو اپنانے سے سختی سے منع کیا۔ فتح مکہ کے ہنگام نبی آخر الزماںؐ نے عام اعلان کر دیا کہ آج سے پہلے اہل مکہ کے مابین بھی جو سودی معاملات تھے وہ ختم کیے جا رہے ہیں، ہر شخص قرض کی اصل رقم وصول کرے، اس پر سود لینا اس کے لیے قانوناً اور شرعاً ناجائز ہے۔

زکوٰۃ کی تنفیذ:

ریاست مدینہ کا ایک اہم پہلو زکوٰۃ کا نظام تھا۔ حکمران مدینہؐ نے ٹیکس کی بجائے زکوٰۃ کا نظام متعارف کرایا۔ زکوٰۃ کے فریضے کو ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں ارشاد فرمائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو بڑی بڑی نویدیں سنائیں۔ اسی نظام زکوٰۃ کی بدولت ریاست مدینہ نے شاندار معاشی ترقی کی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ زکوٰۃ دینے والے زکوٰۃ لینے والوں کو ڈھونڈ رہے تھے مگر ریاست مدینہ میں کوئی زکوٰۃ لینے والا میسر نہ تھا۔ گویا مدینہ کی ترقی میں نظام زکوٰۃ کا ایک اہم کردار شامل تھا کہ جب امراء نے غرباء کو اپنے اموال کی زکوٰۃ دی تو غرباء نے اس کے ساتھ اپنا بزنس شروع کیا اور یوں وہ بھی اپنے آپ کو امیر لوگوں کے برابر لانے میں کامیاب ہو گئے۔[09]

ریاست مدینہ کا اندرونی استحکام اور خطرات سے بچاؤ

مواخاۃ مدینہ کی شکل میں معاشی مسائل کے قابل عمل حل کے بعد آقائے نامدارؐ ریاست مدینہ کے تحفظ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس ضمن میں آپؐ نے اہل مدینہ کو بیرونی خطرات سے بچانے کے لیے ایسے اقدامات فرمائے کہ اہل مدینہ کے باہمی اختلافات کو بھی ہوا نہ ملے اور مدینہ کے باہر کے لوگ بھی مدینہ منورہ پر حملے کی جرات نہ کر سکیں۔ انہی اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے نبی محترمؐ نے ہجرت کے چند ماہ بعد ہی "میثاق مدینہ" کی صورت میں ایک دستاویز مرتب فرمائی۔ اس دستاویز کو متعلقہ اشخاص سے گفت و شنید کے بعد لکھا گیا۔ دستاویز کے ذریعے مدینہ کو پہلی مرتبہ "شہری مملکت" قرار دیا گیا اور اس کے انتظام کا باقاعدہ دستور مرتب کیا گیا۔[10]

میثاق مدینہ

ریاست مدینہ کا دوسرا بنیادی اصول ایک سیاسی معاہدہ تھا جو میثاق مدینہ کے نام معنون ہے۔اس میثاق کے مطابق مدینہ کے تمام غیر مسلم شہریوں کو بھی مساوی سیاسی اور سماجی حقوق دیئے گئے ان کو اپنے عقائد کے تحت عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔اس میثاق کی روشنی میں مدینہ کے تمام مسلم اور غیر مسلم شہریوں نے نبی مہربانؐ کو اپنا حاکم تسلیم کیا جو ریاست مدینہ کی فائنل اتھارٹی تھے۔اس سے یہ سبق ملتا ہے کے مختلف عقائد کے حامل افراد ایک ریاست کے شہری ہو سکتے ہیں اور اپنے اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے ریاست کا مشترکہ نظام چلا سکتے ہیں۔غیر مسلموں نے آپؐ کو نبی نہ مانتے ہوئے بھی آپ کی سیاسی اتھارٹی کو تسلیم کیا اور میثاق کے مطابق مدینہ کے دفاع کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کا عہد بھی کیا۔اس معاہدے سے نبی کریمؐ نے مدینہ کی شہری ریاست کو ایک مستحکم "نظام "عطا کیا اور خارجی خطرات سے نمٹنے کی بنیاد بھی قائم فرمائی۔اس اقدام سے رسول کریمؐ کی بطور "منتظم " صلاحیتیں بھی عوام کے سامنے آئیں اور یہ آپؐ کی زبردست کامیابی تھی۔اس دستاویز میں لفظ "دین" بھی استعمال ہوا کہ جس میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ ایسا اہم امر ہے کہ اس کو پیش نظر رکھے بغیر دین اسلام کے تمام پہلوئوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔[11]

اس تحریری معاہدہ کی رو سے آقاؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا معاشرتی نظم قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ کے ہر فریق اور ہر فرد کو اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوا۔اس میثاق سے انسانی زندگی کی زوال پذیر حرمت دوبارہ قائم ہوئی اور اموال کے تحفظ کی ضمانت بھی مل گئی۔جرم کے ارتکاب پر پکڑ اور اس پر مواخذے نے دبائو ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی بسنے والوں کے لیے امن کا گہوارہ بن گئی۔[12]

غور فرمائیے کہ سیاسی اور مذہبی زندگی کو ارتقاء کا کتنا بلند مرتبہ حاصل ہوا۔یہ وہ زمانہ تھا جب سیاست اور مدنیت (دونوں) پر دست استبداد مسلط تھا اور دنیا فساد و ظلم کا مرکز بنی ہوئی تھی۔[13]

ریاست مدینہ کا نظام تعلیم

"اسلامی ریاست میں نظام تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت سے قبل ہی سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر مدینہ بھیج دیا تھا اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقاعدہ درس گاہ کا درجہ حاصل ہو گیا۔غیر مقامی طلبہ کی تدریس و رہائش کے لیے صفہ چبوترہ بنایا گیا۔عرب میں چونکہ لکھنے کا رواج نہیں تھا اس لیے مسجد نبوی میں ہی حضرت عبد اللہ بن سعید بن العاص اور حضرت عبادہ بن صامت کو لکھنا سکھانے پر مامور کیا گیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف زبانیں سکھائی گئیں اور فنون جنگ کی تعلیم ہر جوان کے لیے ضروری قرار دی گئی۔خواتین گھریلوں صنعتوں کے ساتھ علاج معالجے کا انتظام بھی کرتی تھیں، حتیٰ کہ ایک صحابیہ نے مسجد نبوی ہی میں خیمہ لگا دیا تھا جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔[14] دنیاوی علوم سیکھنے کے لیے قیدیوں کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ انھیں اپنی رہائی کے بدلے مسلمانوں کو پڑھانا ہو گا۔آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تدبر کی بے شمار مثالیں آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی عظمت کا پتا دیتی ہیں۔"[15]

امن و امان اور حدود اللہ کا قیام

مدینے میں معاشی انصاف قائم کرنے کے بعد نبی مہربانؐ نے "اسلامی مملکت" کی داخلی سیاسی پالیسی کا اعلان فرمایا۔آپؐ نے مدینہ اور اس کے اطرافی علاقوں پر مشتمل علاقے کو ایک وحدت کا درجہ دیا۔اس وحدت میں بسنے والے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ فرمایا اور ان کو مکمل "شہری"

حیثیت دی گئی۔ اس شہری ریاست کو اپنے اندرونی خلفشار سے محفوظ رکھنے، اسے استحکام بخشنے، امن کو فروغ دینے اور اعلی اخلاقی اقدار کو پیدا کرنے کے لیے نبی مہربانؐ مسلسل بہترین تدابیر اختیار فرماتے رہے۔

مواخات اور میثاق مدینہ کے علاوہ بھی قریبی قبائل سے معاہدے کیے گئے۔[16] اس طرح مدینے کے آس پاس "دوستوں" کا اضافہ ہوا اور دشمنیوں میں مسلسل کمی ہوتی چلی گئی۔ آقاؐ نے ایک یہ تدبیر بھی اختیار فرمائی کہ عرب میں جو شخص، خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو تو وہ ہجرت کر کے مدینہ یا مضافات میں آبسے تاکہ آبادی بڑھنے سے فوجی وسیاسی پوزیشن مضبوط ہو۔ اس تدبیر کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان فوج کے لیے رضاکاروں میں روز بروز اضافہ ہوا اور دوسری طرف مدینہ کی قربت کی بنا پر نو مسلموں کے لیے تعلیم و تربیت کا انتظام بھی ہوتا گیا۔ مدینہ طیبہ میں حدود اللہ کا نفاذ ایک یقینی امر تھا۔ زنا، چوری اور قصاص جیسی حدود بلا تفریق نافذ کی جاتی تھیں۔ حدود اللہ کے عملی نفاذ کی بنا پر ریاست مدینہ امن کا گہوارہ بن چکی تھی۔ حکمران مدینہؐ کا حدود اللہ کو نافذ کرنے کا قانون اس قدر صاف اور شفاف تھا کہ امیر اور غریب کا لحاظ کیے بغیر حد جاری کر دی جاتی تھی۔ رحمۃ اللعالمینؐ حدود کے نفاذ میں اس قدر سختی سے عمل پیرا تھے کہ کوئی بھی شخص کسی کی سفارش کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ اگر کسی نے کبھی یہ جسارت کی بھی تو آپؐ نے سختی سے اسے ٹھکرا دیا اور سفارش کرنے والے کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ حدود اللہ کے نفاذ کا نتیجہ تھا کہ ریاست مدینہ میں ہر کسی کی عزت اور مال محفوظ تھا۔ ایک موقع پر جب حکمران مدینہؐ کی طرف سے چوری کی حد نافذ کرنے کا آرڈیننس جاری ہو گیا تو بعض صحابہؓ کے کہنے پر سیدنا اسامہ بن زیدؓ نے حکمران مدینہؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس حکم کو کالعدم کرنے کی سفارش کی۔ آپؐ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا: "کیا تم حدود اللہ کے نفاذ میں آڑے آتے ہو، تم سے پہلی قوموں کی ہلاکت اور بربادی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دی جاتی۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"[17]

ریاست مدینہ میں حدود اللہ کے نفاذ میں امیر اور غریب کے مابین کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ریاست مدینہ کی طرز پر تعمیر ہونے والے نئے معاشرے میں حدود اللہ کا نفاذ یقینی بنایا جائے۔ زانی کو سر عام سنگسار کیا جائے اور چور کا ہاتھ کاٹا جائے۔ مقتول کے ورثاء کو انصاف کی فراہمی یقینی بنائی جائے اور قاتل کو بدلے میں قتل کیا جائے، الا یہ کہ قاتل دیت دے اور ورثاء بھی دیت لینے پر راضی ہو جائیں۔ بہر حال حدود اللہ کا نفاذ ریاست مدینہ کا وہ لازمی عنصر تھا جس کے بغیر ریاست نامکمل ہے، اس لیے اس طرز پر جس ریاست کی بھی بنیاد رکھی جائے گی وہاں حدود اللہ کا نفاذ ضروری ہے۔ صحابہؓ میں سے اگر کسی سے زنا کا ارتکاب ہو جاتا تو وہ رجم کی سزا کے لیے عدالت مدینہ میں اپنے آپ کو پیش کر دیتے تھے۔ اگر جرم ثابت ہو جاتا تو حکمران مدینہ اسے رجم کرنے کا حکم جاری فرما دیتے۔[18]

ریاست مدینہ کا پاکیزہ سماج:

ریاست مدینہ کا سماج ہر طرح کی بے حیائی اور فحاشی سے پاک اور انتہائی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی اقدار کا حامل تھا۔ کیونکہ ریاست مدینہ کا بے حیائی اور فحاشی کے تعلق سے منشور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

"انَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النور:19) "

"وہ لوگ جو اہل ایمان میں بے حیائی کے فروغ کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں المناک عذاب ہے۔"

نبی مہربان ﷺ نے اس کی ذیلی شق یوں بیان کی: "مومن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت وملامت کرنے والا اور نہ فحاشی کی باتیں کرنے والا۔" [19]

گویا ریاست مدینہ کے منشور میں یہ شق شامل تھی کہ ریاست میں رہتے ہوئے بے حیائی اور فحاشی کی کسی بھی صورت کا ارتکاب قانوناً جرم ہے۔ یہ صرف قانون ہی نہیں تھا بلکہ حکمران مدینہ ؐ نے اپنی رعایا کی تربیت بھی بڑی پاکیزہ کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست مدینہ میں خواتین بامر مجبوری گھر سے باہر نکلتی تھیں۔ جب گھر سے باہر نکلتیں تو مکمل پردے میں ہوتیں، حتیٰ کہ سر تا پا چادریں زمین پر گھسٹ رہی ہوتیں۔ منشور مدینہ میں بھی باحیا معاشرے کی تشکیل کے لیے خواتین کو یہی حکم دیا گیا تھا:

" وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى (الأحزاب: 33) "

"اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔"

ریاست مدینہ کے حکمران آقائے دوجہاں ؐ ایک باحیا اور پاکیزہ صفت انسان تھے۔ آپ ؐ کا ماضی بھی پاکیزہ تھا اور حال بھی۔ غیر محرم عورتوں کے ساتھ آپ کا تعلق صرف اس حد تک ہوتا کہ جو عورتیں آپ سے دینی سوال پوچھتیں آپ ؐ انھیں ان کے سوالوں کے جواب دیتے اور ان کے ساتھ کوئی اضافی اٹھک بیٹھک نہ کرتے۔ آپ ؐ کی حیا اور پاکیزگی کا عالم تو یہ تھا کہ خواتین آپ ؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے آتیں مگر آپ ؐ نے کبھی کسی خاتون کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ آپ ؐ اپنے تعلق سے لوگوں کے ذہنوں کو ہمیشہ صاف رکھتے اور اپنی صفائی پیش کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا شکار نہ ہوتے۔ "رسول کریم ؐ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ؐ کی ایک بیوی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ملنے کے لیے آئیں۔ جب وہ واپس جانے لگیں تو آپ ﷺ انھیں چھوڑنے کے لیے باہر تک آئے۔ آپ ﷺ ابھی اپنی زوجہ محترمہ سے گفتگو کر رہے تھے کہ وہاں سے دو آدمی گزرے۔ آپ ﷺ نے انھیں روک کر فرمایا: یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے۔ انھوں نے کہا: سبحان اللہ۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ذہنوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان، انسان کے جسم میں ایسے ہی دوڑتا ہے جیسے رگوں میں خون۔ مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ وہ کہیں تمھارے دلوں میں کوئی غلط بات نہ ڈال دے۔" [20]

الغرض مدینہ طیبہ کا معاشرہ ایک پاکیزہ معاشرہ تھا جس میں ہر قسم کی بے حیائی اور فحاشی کی روک تھام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ مزید برآں اس معاشرے میں تحفظ عصمت وعفت کی اقدار کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔[21]

اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات

"خارجہ پالیسی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن عامہ اور بین الاقوامی اتحاد کو بنیاد بنایا۔ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی جغرافیائی حدود میں وسعت اور جنگ وجدل پر مبنی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ طے نہ پاتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت مسلمان کمزور تھے اور غیر مسلموں کی قوت سے خوف زدہ تھے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے تو جانیں قربان کر دینے کی قسمیں کھائی تھیں مگر ہادی کونین صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلموں کی تمام شرائط مان کر صلح کر لینا ہی بہتر سمجھا۔" [22]

"اسلام کی خارجہ پالیسی کا اصول یہ ہے کہ باوقار زندگی کے لیے پُرامن جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اگر کوئی شر پسند اس راہ میں حائل ہو تو اس حد تک اس کے خلاف کارروائی کی جائے جس حد تک اس کی ضرورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اقوام کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے۔ جو قومیں غیر جانبدار رہنا پسند کرتی تھیں ان کی غیر جانبداری کا احترام کیا۔" [23]

مشاورتی نظام حکومت

ریاست مدینہ کی ایک اور شاندار بنیاد مشاورت تھی۔ آج صدیوں بعد جمہوریت کے نام پر اکثریت کی بات کو تسلیم کرنے کی روایت پیدا ہوئی جبکہ ریاست مدینہ کے حکمران محسن انسانیت ﷺ نے مشورے کی اہمیت کو اپنی رائے کے بجائے اکثریت کی رائے کی بنیاد پر فیصلہ کر کے ثابت کیا کہ جمہور کا فیصلہ قابل اقتداء ہوتا ہے جبکہ یہ وہ دور تھا جب دنیائے انسانیت میں سرداری اور استحصالی شاہی نظام نے پنجے گاڑھ رکھے تھے اور حکمران سے اختلاف تو کجا اس کے سامنے بولنا بھی ناممکنات میں سے تھا۔ گویا اس وقت کے بادشاہوں کی "تلوار" آج کے سیکولر ممالک کی خفیہ ایجنسیوں کی مانند تھی کہ جس نے اختلاف کیا اس کا وجود ہی دنیا سے ختم کر دو اور جمہوریت، آزادی رائے، بے باک و نڈر صحافت کا راگ الاپ کر دنیا کو بے وقوف بناتے رہو۔ ریاست مدینہ کا وجود آزادی رائے کا کامل نمونہ تھا جس میں معاشرے کے ہر طبقے خواہ وہ غلام، خواتین یا دیگر شہری ہوں سب کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے مکمل مواقع میسر تھے اور ان پر کوئی قدغن نہیں تھی۔ نماز فجر کے بعد نبی محترم ﷺ صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر تشریف فرماتے اور جو بھی جو پوچھنا چاہتا اسے اس کی مکمل آزادی تھی۔[24]

اہل اور امانت دار عُمال حکومت:

آقائے دو جہاں ﷺ کے عہد مبارک میں چونکہ یمن اور حجاز اسلامی مملکت کی عملداری کا باضابطہ حصہ بن چکے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ وہاں پر مختلف صحابہؓ کو عامل بنا کر بھیجا۔ ان کی تقرری میں بزرگی، علم و دانش، عقل و عمل اور فہم و فراست کا خصوصی خیال رکھا گیا۔[25] عمال کے انتخاب میں آپ ﷺ کی حکمت عملی کا ایک اہم نکتہ یہ تھا کہ جو لوگ بذات خود عامل بننے کی والی بننے کی خواہش مند ہوتے، ان کی یہ درخواست رد کر دی جاتی۔ والیوں کے انتخاب کے معاملے میں نبی مہربان ﷺ کی حکمت عملی قرآن مجید کی اس آیت کی تعبیر تھی۔

"اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا "(النساء:58)

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں"۔

احتساب اور نگرانی کا نظام:

اگرچہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں "احتساب" کا کوئی مستقل طور پر محکمہ قائم نہیں تھا مگر آقا ﷺ یہ فرض خود انجام دیا کرتے۔ آپ ﷺ تجارتی معاملات کی بھی نگرانی فرماتے۔ عرب میں تجارتی معاملات کی حالت نہایت قابل اصلاح تھی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد نبی محترم ﷺ نے ان میں ضروری اصلاحات جاری فرمائیں۔ آپ ﷺ تمام لوگوں سے ان اصلاحات پر عمل کراتے اور جو عمل نہ کرتے انہیں سزائیں دیتے۔ آپ ﷺ کے عہد میں کوئی باقاعدہ جیل نہیں تھی اس لیے صرف اتنا خیال کیا جاتا کہ مجرم کچھ مدت کے لیے دوسرے لوگوں سے میل جول اور معاشرتی تعلقات قائم نہ رکھ سکے۔

"رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں دیکھا گیا کہ لوگ تخمیناً غلہ خریدتے تھے۔ ان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود ہی وہاں بیچ ڈالیں جہاں اس کو خریدا تھا۔ آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم عمال پر کڑی نگاہ رکھتے، کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کراتے کیونکہ حکمران کی حیثیت ایک داعی کی ہے۔ اگر سلطنت عدل کی جگہ ظلم و تشدد قبول کر لے تو سلطنت کا نظام درہم برہم ہوتا ہے۔"[26]

اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی

جب رسول اکرمؐ نے مدینہ منورہ کو ریاست بنایا تو حکومتی اختیارات کو نچلی سطح تک اس طرح منتقل فرمایا کہ ہر دس افراد پر ایک نقیب مقرر کیا، دس نقیبوں پر ان کا سربراہ عریف بنایا اور پھر سو عرفاء پر مشتمل پارلیمنٹ بنائی۔ اس طرح عوام کو بلاواسطہ "پارلیمنٹ" میں شراکت دے کر ان کی آواز ایوان تک پہنچانے کا ذریعہ بنا دیا۔ آپؐ نے اپنے نامزد کردہ امراء کی فرمانبرداری کو در حقیقت اپنی اطاعت قرار دیا اور ان کی سمع و طاعت کو فی المعروف کے دائرے میں لازمی قرار دیا۔ یوں اختیارات نچلی سطح تک منتقل ہونا شروع ہو گئے۔[27]

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کا تحفظ

رسول انسانیتؐ نے ریاست مدینہ میں اقلیتوں کے حقوق کا خیال ہر طرح سے فرمایا۔ آپؐ نے ان کی جان و مال، عبادت خانوں اور مذہبی آزادی کی حفاظت کو یقینی بنایا۔ چنانچہ متعدد احادیث میں ذمیوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ "ابن جریج سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمرو بن شعیب نے بتایا کہ سرور کونینؐ نے ہر مسلمان پر جس نے اہل کتاب میں سے کسی کو قتل کیا ہو چار ہزار درہم فرض قرار دیئے اور یہ کہ اس کو اپنی زمین سے کسی دوسری زمین کی طرف جلاوطن کر دیا جائے۔[28] اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تم اہل ذمہ میں سے کسی کے گھر بغیر اجازت کے داخل نہ ہوا کرو"[29] اور میثاق مدینہ میں بھی اہل کتاب کو بہت سے بنیادی حقوق دیئے گئے۔[30]

حاصل کلام:

ریاست مدینہ کے بعد "پاکستان" وہ پہلی ریاست ہے کہ جو اسلامی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی۔ قیام پاکستان کی تحریک کے ہنگام جب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح سے اس نئی مملکت کے آئین کے حوالے سے پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس مملکت کی آئین آج سے چودہ سو سال پہلے بن چکا ہے۔ اس بات کا آسان الفاظ میں مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کے لیے وجود میں آنے والی یہ نئی نظریاتی ریاست اب ریاست مدینہ کی ایک عملی تصویر ہو گی۔ آج پھر ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست پاکستان کو بھی ریاست مدینہ کی طرز پر اسلامی فلاحی مملکت بنایا جائے تاکہ قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو سکے۔

اسی طرح ہم بنیادی انسانی ضروریات، دولت و وسائل کی منصفانہ تقسیم، تعلیم و صحت، عدل و انصاف، تعمیر و ترقی اور دنیا میں عزت و وقار کے ساتھ سر بلند کر کے زندگی گذارنے کے قابل بن سکتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ قاضی، منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، (2007ء) رحمۃ للعلمین: ص، 279: مرکز الحرمین: فیصل آباد

2۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، (2002ء) تجلیات نبوت: ص، 177: دار السلام: لاہور

3۔ ابو محمد، عبدالملک بن ہشام، (1994ء) سیرۃ ابن ہشام: ص 332، ج، 01: ادارہ اسلامیات، لاہور

4۔ ابو محمد، عبدالملک بن ہشام، (1994ء) سیرۃ ابن ہشام: ص 340، ج، 01: ادارہ اسلامیات، لاہور

5۔ مبارک پوری، صفی الرحمان،(2000ء)الرحیق المختوم: ص،256: دار السلام: لاہور

6۔ حافظ،ابن قیم، زادالمعاد، ص،98: نفیس اکیڈمی، کراچی

7۔البقرۃ:279

8۔ محمد بن یزید، السنن ابن ماجہ: رقم الحدیث#2274: دار لکتب، بیروت، لبنان

9۔ قاضی، منصورپوری، محمد سلیمان سلمان،(2007ء) رحمۃ للعٰلمین: ص،209تا211: مرکز الحرمین: فیصل آباد

10۔ابو محمد، عبدالملک بن ہشام،(1994ء) سیرۃ ابن ہشام: ص340،ج،01: ادارہ اسلامیات، لاہور

11۔ قاضی، منصورپوری، محمد سلیمان سلمان،(2007ء) رحمۃ للعٰلمین: ص،120: مرکز الحرمین: فیصل آباد

12۔ابو محمد، عبدالملک بن ہشام،(1994ء) سیرۃ ابن ہشام: ص،365،ج،01: ادارہ اسلامیات، لاہور

13۔ مبارک پوری، صفی الرحمان،(2000ء)الرحیق المختوم: ص،265: دار السلام: لاہور

14۔ قاضی، منصورپوری، محمد سلیمان سلمان،(2007ء) رحمۃ للعٰلمین: ص،275: مرکز الحرمین: فیصل آباد

15۔ مبارک پوری، صفی الرحمان،(2000ء)الرحیق المختوم: ص،317: دار السلام: لاہور

16۔ قاضی، منصورپوری، محمد سلیمان سلمان،(2007ء) رحمۃ للعٰلمین: ص،202: مرکز الحرمین: فیصل آباد

17۔ابو عبداللہ، محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم،(1401ھ) الجامع الصحیح البخاری: رقم الحدیث#3475، بیروت، لبنان

18۔ مبارک پوری، صفی الرحمان،(2002ء) تجلیات نبوت: ص،203: دار السلام: لاہور

19۔ بخاری،(1401ھ) الصحیح المفرد: رقم الحدیث#232ج،01، بیروت، لبنان

20۔ بخاری،(1401ھ) الجامع الصحیح البخاری: رقم الحدیث#2038، بیروت، لبنان

21۔ حافظ،ابن قیم، زادالمعاد، ص،190، نفیس اکیڈمی، کراچی

22۔ مبارک پوری، صفی الرحمان،(2002ء) تجلیات نبوت: ص،263: دار السلام: لاہور

23۔ مبارک پوری، صفی الرحمان،(2002ء) تجلیات نبوت: ص،276: دار السلام: لاہور

24۔ قاضی، منصورپوری، محمد سلیمان سلمان،(2007ء) رحمۃ للعٰلمین: ص،265: مرکز الحرمین: فیصل آباد

25۔ قاضی، منصورپوری، محمد سلیمان سلمان،(2007ء) رحمۃ للعٰلمین: ص،274: مرکز الحرمین: فیصل آباد

26۔ابو محمد، عبدالملک بن ہشام،(1994ء) سیرۃ ابن ہشام: ص،276،ج،01: ادارہ اسلامیات، لاہور

27۔ قاضی، منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، (2007ء) رحمۃ للعلمین: ص، 279: مرکز الحرمین: فیصل آباد

28۔ ابو بکر، محمد بن ہمام بن نافع، (1403ھ) المصنف، ص 92، ج، 10: بیروت: لبنان

29۔ سیلمان بن احمد، (1983ء) المعجم الکبیر، رقم الحدیث #5850: بیروت: لبنان

30۔ ابو محمد، عبد الملک بن ہشام، (1994ء) سیرۃ ابن ہشام: ص، 365، ج، 01: ادارہ اسلامیات، لاہور